قومیت کا تصور

(قرآن حکیم کی روشنی میں)

محمد صغیر حسن معصومی

اسلام میں قومیت کا تصور بالکل اچھوتا ہے ۔ لغت میں لفظ قوم نسل و مذهب کے امتیاز کو ظاهر کرتا ہے ۔ پیغمبر اسلام علیه الصلوۃ والسلام نے مشرکین مکه کی ایذارسانی اور ان کے کفر و تمرد سے دل برداشته هوکر ایک بار فرمایا :

اللهم اهد قومی فهم لا یعلمون ۔ اے میرے الله میری قوم کی راهنمائی کر که یه نہیں جانتے ۔ آغاز اسلام میں شیدایان اسلام کا شمار برائے نام تھا ۔ ابھی امت مسلمه صرف وجود میں آئی تھی اور آئنده اس کو نسل و وطن کی عصبیت جاهلیه سے بہت آگے بڑھ کر عالمگیر قومیت کی مثال قائم کرنی تھی ۔ اب تک توحید کا پیغام ایک ایک گروہ اور ایک ایک نسل تک محدود رها تھا ۔ اسی طرف قرآن حکیم کا اشارہ ہے : و ان من امة الا خلافیها نذیر ۔ دنیا میں آج تک کوئی ایسی امت نہیں گزری جس میں ایک راہ نما اور الله سے ڈرانے والا پیدا نہیں هوا ۔ ایک دوسری آیت ہے : ولکل قوم هاد ۔ هر قوم یعنی نسل و گروہ کے لئے ایک هدایت کرنے والا راهنما مقرر ہے ۔ قرآن حکیم کی آیتوں میں هر پیغمبر کی قوم کا ذکر ہے ۔ یہاں تک که فرعون کی قوم کا بھی ذکر ہے ۔ البته یہود یا بنی اسرائیل میں هر زمانه میں پیغمبر آئے بلکه ایک هی وقت میں ایک سے زیادہ نبی یا هادی بھی هوئے ۔ کہا جاتا ہے که انهوں نے ایک لاکھ سے زیادہ نبیوں کو قتل کیا ۔ ان یہودیوں میں آخری پیغمبر عیسی علیه السلام هیں جن پر یہود ایمان نہیں لائے اور حضرت عیسیٰ کو سولی دینے کے دعویدار بن

ـ حضرت عیسیٰ کے پیروکار اپنے پیغمبر کی کچھ مدد تو نہ کرسکے البتہ کوتاھی کی تلافی کی خاطر اپنے ''مقدس باپ،، کے آلہ قتل صلیب کو مقدس نے لگے اور کچھ شیدائی اس کے آگے سربسجود ہونے لگے ـ انبیاؑ کے قاتل اور عیسائی جنھوں نے اپنے اوپر قربان ہونے والے کی ہر شئی کو الوھیت کا دے ڈالا اور ان دونوں انتہا پسند اقوام کے درمیان آتش پرست، بت پرست تلف عقائد و رسوم کی پابند قومیں دنیا میں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں اور اپنی قومی روایات کے تحفظ کی خاطر جدوجہد میں مصروف تھیں کہ بین عرب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونما ہوئے ، جبل ابوقبیس کے دامن میں دین اسلام کی تبلیغ کرنے لگے آپ نے اپنے کو ی نبی اور اسلام کو عالمگیر اور کامل دین بتاکر دنیا بھر کے لوگوں کو ک امت اور ایک قومیت کے افراد بن جانے کی تلقین کی ـ

اسلام نے جہاں حق و باطل کے فرق کو واضح کیا اور حلال و حرام میں از سکھایا وہاں انسانیت کی اصل کی وضاحت کی، اور اس بات پر زور دیا کہ ے لوگ ایک ھی امت کے افراد ھیں ـ '' کان الناس امة واحدة،، ـ اور دنیا کے لوگ ایک ھی نسل اور ایک ھی خاندان بلکہ ایک ھی نفس سے پیدا ، بڑھے اور سارے عالم میں پھیل گئے ـ جغرافیائی خصوصیتوں ، موسم کی لیوں اور آب و ھوا کے اثر سے لوگوں کے رنگ، شکل، شباھت، عادات و اطوار و باش کے علاوہ زبان و بیان میں بھی بوقلمونی پیدا ھوتی گئی اور اپنے اپنے د و اغراض کی خاطر لوگوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت و خصومت ب و تنگ نظری اور حسد و رقابت روز بروز بڑھتی گئی اور فساد و کشت و ن میں اضافہ ھوتا گیا ـ اسلام نے ایک خدا کی عبادت اور خاتم النبین حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر رسالت کا گرویدہ بنا کر دنیا کے وں کو ایک معاشرہ ایک قوم اور ایک برادری میں منسلک ھونے کی دعوت

دی، اعلان کردیا : الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ۔ آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم کو اپنی نعمت پوری بخشدی ۔ اور تمہارے لئے اپنی خوشی سے اسلام کو دین و عقیدہ بنایا ۔ اس اعلان کے ساتھ یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام کے ظہور کے بعد دنیا میں دو ہی قومیں رہ جاتی ہیں، اللہ و رسول پر ایمان رکھنے والے یعنی مسلمان اور اللہ و رسول کے نہ ماننے والے یعنی کفار و مشرکین ۔ اس اعلان کو قرآن حکیم کے الفاظ میں سن لیجئے : قل آمنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علی ابراھیم و اسمعیل و اسحق و یعقوب والا سباط وما اوتی موسی و عیسی و النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم و نحن لہ مسلمون و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ و ھو فی الاخرۃ من الخسرین (سورۃ آل عمران ۸۱ - ۸۵ -)

ترجمہ : فرمادیجئے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ایمان لاچکے اللہ پر اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا اور اس پر جو ابراھیم و اسمعیل و اسحق و یعقوب اور اسباط پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو موسی و عیسی اور نبیوں کو ان کے پرور دگار کی طرف سے دیا گیا، ان پیغمبروں میں ہم تفریق نہیں کرتے اور ہم اپنے کو اسی پروردگار کو سونپ دینے والے ہیں اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاھتا ہے تو وہ دین اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا ۔

اس آیت کریمہ سے یہ عیاں ہے کہ اللہ و رسول کے ماننے والے مسلمان ایک قوم یا امت ہیں اور اللہ و رسول کو نہ ماننے والے دوسری قوم یا امت ۔ ایک قوم کے فرد بننے کے لئے ذاتی قرابت یا نسلی یگانگت کوئی معنی نہیں رکھتی ۔ اسلام نے اطاعت خداوندی کو معیار بنا کر لوگوں میں تفریق کی ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے : لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانوا آباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیر تھم (پارہ ۲۸ المجادلۃ رکوع ۳۶)

آپ کسی قوم کو ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ اللہ اور قیامت پر ایمان
ہتے ہوں اور پھر ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول
قابلہ کرتے ھیں اگرچہ یہ مقابلہ کرنے والے ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا
ے کے لوگ ہوں ۔

اس دو قومیت کی بنیاد پر دنیا میں دو ھی علاقے ھوسکتے ھیں (۱) دارالسلام
(دارالاسلام) اور (۲) دارالحرب ۔ دارالسلام کا ذکر قرآن پاک میں ھے :
، یدعوا الی دارالسلام و یھدی من یشاء الی صراط مستقیم (پارہ ۹ یونس ع ۳)
ں اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ھے اور جس کو چاھتا ھے سیدھی راہ
ھاتا ھے ۔ دارالسلام کے مقابل کفار و مشرکین کے علاقے کو جو چاھیں
ہہ لیں، دارالبوار (ھلاکت کا گھر) فساد و اعتداء کا گھر یا جنگ و جدال کا
۔ باقی کچھ علماء نے جو دارالامن اور دارالصلح کا ذکر کیا ھے تو ظاھر
کہ یہ اصطلاحات وقتی طور پر استعمال کی گئیں اور اسلام کے غلبہ کے ساتھ
م ھو گئیں ۔ پھر وہ علاقے جہاں مسلمان بستے ھیں مگر اسلام کا غلبہ نہیں
مقامات کے لئے ظاھر ھے یہ الفاظ اپنے اصلی مفہوم کے اظہار کے لئے بولے
ے ھیں، کیونکہ سرحدوں کا اللہ ھی حافظ ھے، کبھی ادھر کبھی ادھر،
ں کا قبضہ اور تسلط بڑھا اس کے ماتحت ھوگیا ۔ آخرت سے غافل ھوکر دنیوی
گی سے لطف اندوز ھونا کفار و مشرکین کا کام ھے، مسلمانوں کے لئے تو
ا دارالعمل ھے، اس لئے حیات دنیوی اللہ کے لئے وقف ھونی چاھیئے ۔ لہو
لعب سے پر ''الحیوۃ الدنیا،، کا ذکر کفار و مشرکین کے ساتھ مخصوص ھے
، معدودے چند ایام تک اللہ تعالی کی نعمتوں کا مزہ چکھ لیں تاکہ آخرت
، یہاں کے وقتی تلذذ سے انکا عذاب سخت سے سخت تر معلوم ھو ۔ الامان الحفیظ ۔

اٹھارویں صدی عیسوی سے جب یورپ کی قوموں کا غلبہ بڑھا جو قومیت
۔ وطنیت کے جذبے سے سرشار اور ایک دوسرے سے برسرپیکار تھیں، تو مغربی
ہب کے ساتھ وطنیت اور قومیت کی وبا مشرقی ممالک میں بھی پھیلی اور

دیکھتے دیکھتے لوگوں کے رگ و پے میں لسانی اور جغرافیائی عصبیت سرایت کر گئی ۔ طرہ یہ کہ اس مہلک مرض کو قومی وفاداری کا تمغہ عطا کیا گیا حالانکہ اس تنگ نظری کا قلع قمع حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان سے کردیا تھا ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بعد ان کے فرماں بردار پیروکاروں سے بعید ہے کہ ایسے مہلک نظریے کے شکار ہوں ۔ آپ نے آخری حج کے موقعہ پر اعلان کردیا : کہ نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر نہ کالے کو گورے پر نہ گورے کو کالے پر، کوئی فضیلت ہے نہ برتری، تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنائے گئے ۔ اللہ تعالی کے کلام قرآن حکیم نے رنگ و نسل اور خاندان و قبیلے کے فرق کا گر بتا دیا : وجعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ۔ ہم نے تم کو مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں اس لئے بانٹ دیا ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو (نسل و رنگ کوئی وجہ امتیاز نہیں) بےشک تم میں سب سے زیادہ بزرگی و شرافت والا وہ ہے جو اپنے اعمال و کردار میں سب سے زیادہ پرھیزگار ہے ۔

غرض اسلام نے اپنا پیغام منوانے کے بعد سارے افراد انسانی کو ایک دوسرے کا بھائی بنادیا ۔ فاصبحتم بنعمتہ اخوانا ۔ اللہ کی دی ہوئی نعمت (ایمان قبول کرنے) کے بعد تم سب بھائی بھائی ہوگئے، کسی کو کسی پر فوقیت نہیں، سب کے حقوق ایک دوسرے پر واجب الاحترام قرار پائے ۔ پرانے مسلمان اور نئے مسلمان، انصار اور مہاجرین، عربی بولنے والے، فارسی و ترکی بولنے والے، اردو بنگلہ بولنے والے، سندھی پشتو بولنے والے، پنجابی بلوچی بولنے والے سب کے سب مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایک دوسرے کے برابر اور آپس میں بھائی بھائی ھیں ۔ سب ایک قوم کے فرزند اور ایک قومیت میں منسلک ھیں ۔ یہ مسلمانوں کے شایان شان نہیں کہ عربی بولنے والے فارسی و ترکی بولنے والوں کو کافر یا کمتر سمجھیں کہ کافر و مشرک بھی عربی بولتے ھیں ۔

سراسر دین کے خلاف ہے کہ ایک زبان کے بولنے والے کو دوسری زبان بولنے والے پر ترجیح و فوقیت دی جائے یا ایک پیشہ کے لوگوں کو کسی رے پیشہ کے محنت کشوں کے مقابل میں زیادہ عزت کا مستحق سمجھا جائے ۔ یں زبان و روایات کی بنیاد پر نسل و رنگ کے لحاظ سے اسلام کے پیروکاروں کوئی قومیت جنم نہیں لے سکتی ۔ شیدایان اسلام اگر کسی زبان کو ت دے سکتے ہیں تو وہ قرآن حکیم کی زبان ہے اور کسی قومیت پر فخر سکتے ہیں تو وہ اسلامی نظریہ حیات پر مبنی قومیت ہے ۔ جس کی بنا بت و مساوات اور سماجی انصاف و عدل پر ہے، اور جس کو لوگوں میں عام نے کے لئے اسلام نے جہاد کا حکم دیا ہے اور پیہم کوشش کرنے کی تلقین ہے ۔ قرون اولی میں مسلمانوں کا فریضہ تھا کہ وہ اپنے ملک وطن اور ہم لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے انتھک کوشش میں لگے رہیں ۔ تاریخ شاہد کہ ایک طرف سترہ سالہ سپہ سالار محمد بن قاسم سندھ پر علم اسلام بلند کرتا اور مسلمان قیدی عورتوں کو دشمنوں کے چنگل سے چھڑاتا ہے، تو دوسری ب ستر سالہ جرنیل موسی بن نصیر مردانہ وار بحر اطلانتک میں گھوڑے ، دیتے ہیں اور کہتے ہیں ''اے آسمان اور اے بحر بیکراں تم دونوں گواہ ہ اگر آگے کوئی خطۂ زمین میرے علم میں ہوتا تو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہاں بھی پہنچنے کی کوشش کرتا اور آگے بڑھنے سے باز نہ آتا،، ۔

غرض اسلام کے نام لیوا اپنے دین اور اپنی قوم پر ہمیشہ نثار ہوتے رہے ں اور کبھی اپنے ملک و ملت کی خدمت کرنے یا کوشش پیہم اور عمل ر سے دست بردار یا کنارہ کش نہیں ہوئے ۔ ولا تھنوا ولا تحزنوا و انتم علون ان کنتم مومنین ۔ ہرگز ہرگز افسردہ اور غمزدہ نہ بنو سستی و کمزوری دکھاؤ تم ہی غالب رہوگے بشرطیکہ تم ایمان پر قائم رہے ۔